ولادتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا عبد الحق چوہان
رحمۃ اللہ علیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء سابقین کا تعلق حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اسحاقی خاندان سے تھا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے خاندان سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے کئی ہزار برس قبل حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے حکم ایزدی کے تحت وادیٔ مکّہ کے غیر آباد علاقہ میں اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان کی والدہ ماجدہ بی بی ہاجرہ کی معیت میں لا کر یہاں پر آباد کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو انہوں نے قبیلہ بنو جرہم کے خاندان سے سے شادی کی۔ حضرت اسماعیل علیہ اللہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ان میں سے قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی اور پھیلی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عدنان کے واسطے سے اس کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل نے مل کر خانہ کعبہ منہدم عمارت کو از سرِ نو تعمیر کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ اقدس میں صاحب عزیمت و عظمت پیغمبر مبعوث ہونے کی دُعا مانگی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی دُعا کا مصداق ہیں۔ امتداد زمانہ کے باعث ملت حنیفی کی حقیقی تعلیم بتدریج محو پذیر ہوتی گئی تا آنکہ اللہ تعالیٰ کا وہ گھر جو کہ توحید ایزدی اور عبادت ربانی کی اقامت کیلئے تعمیر ہوا تھا، بیت الاصنام کی شکل اختیار کر گیا۔ اور رئیس الموحدین کی اولاد بے دست و پا صُور اصنام کے سامنے سجدہ ریز ہو گئی اور پوری دنیا پر ضلالت و گمراہی کے تہ بہ تہ بادل محیط ہو گئے۔ سنگدلی اور شقاوت قلبی کے باعث معصوم بچیوں کو زندہ در گور کیا جاتا تھا۔ چراگاہ اور پانی کے چشموں پر نسل در نسل محاربت کا سلسلہ جاری رہتا۔ سسکتی ہوئی انسانیت پر اللہ کریم کی طرف سے بعثت نبوی کی شکل میں رحمت ایزدی نازل ہوئی۔ مشہور قول اگرچہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوئی۔ لیکن زیادہ تر صحیح قول یہ ہے کہ ربیع الاوّل کی ۹۔ اور ۱۰ تاریخ کی درمیانی شب کی صبح صادق ۱۰ اپریل ۵۷۱ء کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدّ امجد جناب عبد المطلب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی "محمد" تجویز کیا۔ ابتدا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کی خدمت ابولہب عبدالعزیٰ کی باندی ثوبیہ کے سپرد ہوئی۔ بعد میں قبیلہ بنو سعد کی خوش بخت خاتون سیدہ حلیمہ نے اس نعمت عظمیٰ کو حاصل کیا۔ ۶ برس تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی قبیلہ میں مقیم رہے۔ بی بی حلیمہ کے پاس زمانہ قیام میں ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر بھی ہوا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں والدہ ماجدہ کے زیر کفالت رہے۔ لیکن شفقت مادری کا یہ سایہ بھی دیر پا ثابت نہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدہ ماجدہ کے ساتھ مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا۔ اس سفر سے واپسی پر مقام ابوا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بی بی اُمّ ایمن کی معیت میں مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے اور جد امجد کی زیرِ کفالت رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی تک زندگی کی سات بہاریں دیکھی تھیں کہ جدِامجد بھی داغِ مفارقت دے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں میں چونکہ جناب زبیر بن عبدالمطلب سب سے بڑے تھے، اسلئے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی زیرِ کفالت رہے۔ ان کی وفات کے بعد یہ خدمت ابوطالب عبدمناف کے سپرد ہوئی۔ سن رشد کو پہنچ کر شغل تجارت اختیار کیا۔ اسی سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ خدیجہ طاہرہ کا مال تجارت شام کی طرف لے گئے۔ حسن اخلاق امانت اور نزہت دامن کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم "الامین الصادق" کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ انہی مکارم اخلاق کے باعث سیدہ طاہرہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتۂ ازدواج کی پیش کش کی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرنے سے معذرت ظاہر کی لیکن ان کے حد سے زیادہ اصرار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رشتہ قبول کر لیا۔ مجلس نکاح منعقد ہوئی اور ابو طالب نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پچیس برس کی عمر میں تھے۔ جوں جوں زمانہ ظہور نبوت قریب آنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خلوت گزینی کی محبت ہوتی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارکہ ہو گئی کہ کچھ مدت کیلئے زادِ سفر لیکر غارحرا میں گوشہ نشین ہو جاتے۔ وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی۔ آخر کار اس شب ظلمت کدہ کا آخر وقت آ گیا اور نور نبوت کی ضیاء پاشیوں سے شرک و کفر کی تمام تاریکیاں چھٹ گئیں۔ ایک یوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول غارِ حرا میں معتکف تھے کہ جبرائیل امین اللہ تعالیٰ کی طرف سے "ختم نبوت" کا تاج لیکر حاضرِ خدمت ہوئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ "پڑھو" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا اُمی" اس پر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ پھر اسی لفظ کو دہرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب دیا۔ اس نے پھر اسی عمل کو دہرایا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی آیات پڑھیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس تشریف لائے۔ اپنی رفیقہ حیات خدیجۃ الکبریٰ کو صورت حال سے مطلع کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی دہشت طاری تھی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ نزول آیات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فریضہ نبوت کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔ تسلسل اور سعی پیہم سے اس فریضہ کو ادا کیا۔ اس دعوت ربانی پر اوّل اوّل جن سعید روحوں نے لبیک کہا وہ یہ ہیں: سیدہ خدیجہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن حارثہؓ۔ جوں ہی صدائے توحید کے اثرات کا دائرہ وسعت پذیر ہونے لگا، صنادید کفار نے اس آوازِ حق کو جبر و استبداد کے ذریعہ روکنے کی کوشش کی لیکن یہ تمام انسدادی اور استبدادی تدبیریں بے کار ثابت ہوئیں۔ زمزمہ توحید کی روح افزا شراب شیریں کے متوالوں نے ان تمام مظالم کی خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور راہ حق میں پیش آنے والے ان مظالم کی ایذارسانی کو حلاوتِ ایمانی میں موجب چاشنی سمجھا۔ روساء قریش نے جب دیکھا کہ انتہائی مظالم کے باوجود بھی یہ سیل رواں جاری وساری ہے تو انہوں نے انتہائی قدم کا یہ فیصلہ کیا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مقدس سے سرزمین مکہ کو رنگین کیا

جائے۔ اس پر اللہ کریم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ مکہ سے ہجرت کر کے مدنیہ منورہ تشریف لے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پر صعوبت سفر رفیق غار حضرۃ ابوبکر صدیقؓ کی رفاقت میں طے کیا۔ مدینہ منورہ پہلے ہی اسلام کا گہوارہ بن چکا تھا۔ مدنیہ منورہ میں آپ نے "خلافت ربانی" اور "حکومت الہیہ" کی بنیاد قائم کی۔ کامل دس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ اور پیغام الٰہی کی تبلیغ میں شبانہ روز محنت شاقہ براداشت کی۔ تاسیس حکومت الہیہ میں پیش آنے والے موانعات کو حسن تدبیر اور اصابت رائے سے دور کیا۔ قیام مدینہ کے دوران آپ نے مہمات جہاد کو بھی سر انجام دیا۔ آپ کے غزوات کی تعداد ستائیس ہے یہ وہ غزوات ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس شرکت کی۔ اور جو مہمات صحابہ نے سرانجام دیں اور جو وفود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کیلئے روانہ کیئے ان کی تعداد ۶۰ سے بھی زیادہ ہے اور جو وفود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تعلیم اسلام کے حصول کیلئے حاضر ہوئے، ان کی تعداد ستر کے قریب ہے۔ ۸ھ میں مکہ مکرمہ بھی اسلام کی آغوشِ رحمت میں آ گیا۔
فتح مکہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جامع اور معجزانہ صفت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں خالص توحید کی تعلیم دی گئی ہے اور وہ خطبہ پوری انسانیت کیلئے درسِ موعظت اور تعلیمات اسلامی کا آئینہ دار ہے۔ اور وہ خطبہ یہ ہے:-

ایک اللہ کے سوا اور کوئی اللہ نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اس نے بندہ کی مدد کی اور جتھوں کو تنہا توڑ دیا۔ ہاں تمام مفاخر تمام انتظامات خوب نبھائے قدیم تمام خونبہا سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنٰی ہے۔ اے قوم قریش اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔

فتح مکہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے جن اخلاقِ کریمانہ کا مشاہدہ ہوا، ان سے ایک فاتح بادشاہ اور پیغمبر کا امتیاز واضح ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابہ پر مظالم کے پہاڑ توڑے اور مختلف ستم رانیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کو تختہ مشق بنایا تھا، وہ تمام کے تمام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ان سے سوال کیا۔ تم کو کچھ معلوم ہے میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟ وہ چونکہ مزاج شناس تھے اس لیے انہوں نے جواب دیا:

تو شریف بھائی اور شریف برادر زادہ ہے۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

اور ۱۰ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ قدوسیوں کے جلو میں حجۃ الوداع کا فریضہ ادا کیا۔ اس موقعہ پر تکمیل دین کی آیت نازل ہوئی، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ تھا اور

بقیہ 5 پر